اشتیاق احمد گوندل ★

پاک وھند میں صوفیاء کرام کا کردار

ھندوستان کی معلوم تاریخ میں کسی پیغمبر یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا سراغ نہیں ملتا جبکہ برصغیر میں اسلام کی اشاعت کا زیادہ تر سہرا اولیاء اور صوفیاء کے سر پر باندھا جاتا ہے یا پھر کسی حد تک چند مسلم فاتحین اور حکمران بھی اشاعت اسلام کے کام میں شریک ہوئے اگرچہ تاریخ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مسلم حکمرانوں کے ھندوستان میں طویل دور اقتدار میں بالعموم مذھبی رواداری حد سے بڑھی ہوئی تھی اور رواداری کا یہ رویہ اقتدار اور حکومت کے استحکام کے لئے اپنایا گیا تھا چنانچہ مجموعی طور پر مسلم حکمرانوں نے اشاعت دین کے لئے کوئی خاطر خواہ قدم کم ہی اٹھایا ہے لیکن ھندوستان میں اشاعت اسلام کےلئے جو کام اھل اللہ نے سر انجام دیا اس کو فقیہانہ کسوٹی پر تو ضرور پرکھا جاسکتا ہے لیکن اس کے روشن اور دیرپا اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ھمارے ہاں تصوف ہمیشہ متنازعہ رہا ہے حتی کہ اسی کی مخالفت میں جماعتیں اور تحریکیں بھی وجود کے اندآئیں علمی وفکری بحثوں کا بھی ایک لمبا سلسلہ اپنا پورا جواز رکھتا ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ پاک وھند میں صوفیاء نے شرک کی گندگی میں لت پت لوگوں کو توحید ۔ محبت الھی اور فقر وغناء کا جو پیغام دیا اس کے اثرات آج کے معاشرے میں بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ اس تناظر میں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ آج کے معاشرے میں اولیاء سے عقیدت تو موجود ہے لیکن ان کی دعوت، ان کے خیالات اور طریق کار کا فھم موجود نہیں ہے بلکہ صوفیاء کے کردار اور جدوجھد کے مطالعے کی راہ میں ایک ایسا طبقہ حائل ہے جس کے کردار اور چلن کو دیکھ کر چڑاور ضد پیدا ہوتی ہے اقبال نے اسی تلخ حقیقت کی نشاندہی کی تھی۔

ھم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی — گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا — زاغوں کے تصرف میں عُقابوں کے نشیمن

بدقسمتی سے صوفیاء کرام کی سیرت اور جدوجھد کے بارے میں تاریخی روایات بڑی ہی غیر مستند ہیں اور یہی وہ طبقہ ہے جسمیں جعلی اور نقلی صوفیہ کا بھی ایک بڑا گروہ موجود رہا ہے جس نے دین اسلام کے سچے اور کھرے مبلغ صوفیاء کا تشخص بھی خراب کیا ہے اس ضمن میں جو مواد ملتا ہے اس میں اولیاء کے کام کو محض فیوض و برکات اور کرامات کا

★ لیکچرار اسلامک سینٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور

مرہون منت ثابت کیا گیا ہے[۱] یہ پورا گروہ محض کرامتوں اور معجزوں کی بنیاد پر ہزاروں اور لاکھوں افراد کے عقائد اور نظریات بدلنے میں کامیاب ہوا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء نے اپنے کردار سیرت اور فقر کے چراغوں سے دین اسلام کی روشنی پھیلائی۔ ان کی زندگیوں میں شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستگی۔ شرک و بدعت سے بیزاری۔ علم دوستی۔ محبت الٰہی۔ مذمت دنیا۔ استغناء۔ توکل۔ ھجرت۔ جہاد اور خدمت خلق کے اوصاف ہی ان کے زندہ اور تابندہ کارناموں کی دلیل ہیں۔

ملت اسلامیہ کی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں اھل تصوف اپنی ریاضت اور مجاھدے کی کیفیات کے ساتھ ساتھ علماء دین بھی تھے ان کے معمولات میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا رنگ بھی نمایاں تھا اور تاریخ کے ہر دور میں ایسے صوفیاء کرام موجود رہے جنھوں نے اشاعت دین۔ معرفت الٰہی اور حصول علم کے لئے لمبی مسافتیں طے کیں۔ وطن چھوڑے اور تکالیف برداشت کیں لیکن ان کے جذب وشوق اور لگن میں کمی نہ آئی اگر وہ شہروں اور آبادیوں کو چھوڑ کر دریا کے کنارے ٹوٹے جھونپڑوں میں بھی سکونت اختیار کرتے تو مخلوق خدا کی توجہ کا مرکز بن جاتے چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ھندوستان کی تہذیب۔ ثقافت۔ اقدار اور طرز معاشرت پر مسلم دور اقتدار نے گہرے نقوش چھوڑے لیکن ۳۳ کروڑ خداؤں کی سرزمین کو خدائے واحد کی محبت اور، معرفت کا نغمہ اولیائے کرام نے ہی سنایا بالعموم صوفیائے کرام نے اپنے آپ کو دنیوی اور سیاسی معاملات سے الگ رکھا لیکن کئی بزرگوں نے سلاطین تک سے بھی محض اصلاح کے لئے مراسم قائم کیئے حق گوئی اور راستی کی مثالیں قائم کیں۔ ایک دفعہ عالمگیر اورنگ زیب کے ھم عصر درویش حضرت شیخ بایزید نے عالمگیر کو جامع مسجد میں روک لیا اور اپنی لڑکیوں کا نکاح نہ کرنے پر سرعام اس کو سرزنش کی اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکیوں کی شادیاں کی تھیں[۲]

سچے اولیاء اللہ کو ہمیشہ شریعت کی بالاتری عزیز رہی جسطرح کہ حضرت علی ھجویری رح نے اپنی تصانیف میں تصوف میں شامل غیر اسلامی عقائد پر تنقید کی ہے حتیٰ کہ حسین فارسی اور ابو سلمان کے حلولی فرقوں کو ملحد اور لعنتی کہا ہے[۳] مزید یہ کہ انھوں نے سماع سے بھی توبہ کرلی تھی اور اپنی تحریروں میں صاف طور پر اس کی آفتوں اور خرابیوں سے آگاہ کیا[۴]

ھندوستان کا معاشرہ اپنے ذات پات کے نظام اور طبقاتی درجوں کے باعث ایک طرف تو کچھ انسانوں کو اوتار کا درجہ دیتا تھا دوسری طرف انسانوں کی عظیم اکثریت جانوروں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کردی جاتی تھی۔ صوفی منش بزرگوں نے اخوت۔ بھائی چارے اور مساوات کی روایات تشکیل دیں محبت انسانیت اور تکریم انسانیت

کے روشن اسلامی اصول اپنی سیرت اور عملی رویئے سے متعارف کروائے معروف بزرگ سلطان[٥] سخی سرور ؒ (جنہوں نے دھونکل (وزیر آباد) میں قیام کیا) کی کوششوں سے ھندوؤں کی اکثریت مسلمان ہوئی یہ لوگ سلطانی کہلاتے تھے ان میں جاٹ اور چمار بھی شامل تھے

ھندوستان میں صوفیائے کرام نے تین طرح کے طبقات کو اپنی دعوت کا مخاطب بنایا۔

١۔ اھل کفر و شرک کو ایمان کی دعوت دی۔

٢۔ گناہ اور معصیت میں مبتلا مسلمانوں کو توبہ کے راستے پر گامزن کرکے شریعت کا پابند بنایا۔

٣۔ حب دنیا کے اسیر بندگان خدا کو خانقاہوں کے تربیتی ماحول اور درس وتدریس کے ذریعے روحانیت کے سفر پر ڈالا اور محبت الہی کا طلب گار بنادیا۔

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے تھے کہ اگر کسی کے دل میں دنیا کی محبت اور دوستی ہے تو دعاؤں اور اس قبیل کی دوسری چیزوں سے اسے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور پھر مزید فرمایا کہ ترک دنیا یہ نہیں کہ کوئی شخص کپڑے اتار کر برھنہ ہوجائے مثلاً لنگوٹ باندھ کر بیٹھ جائے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ وہ لباس بھی پہنے کھانا بھی کھائے البتہ جو کچھ اس کے پاس آئے اسے خرچ کرتا رہے جمع نہ کرے اسکی طرف راغب نہ ہو اور دل کو کسی چیز سے وابستہ نہ کرے[٦]

صوفیائے کرام نے اشاعت اسلام کے لئے مخلوق کی محبت اور خدمت کو اپنا شعار بنایا خدمت خلق کا خود بھی اھتمام کرتے اور مریدوں کو بھی اسکی تلقین فرماتے تھے سلطان المشائخ کا قول ہے کہ جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا اور جس نے خدمت نہیں کی وہ مخدوم کیسے ہوگا[٧]

خدمت انسانیت کے جذبے کےلئے ایثار۔ قربانی اور انکساری جیسی صفات ضروری ہیں صوفیائے کرام اپنے ارادت مندوں کی تربیت ایسے ہی خطوط پر کرتے تھے تاکہ ''خیر الناس من ینفع الناس'' کا منشا پورا ہوسکے۔

حضرت علی ہجویری ؒ فرماتے ہیں کہ

طالب کو چاہئے کہ خودی۔ خود پسندی، تکبر کو چھوڑ دے اور ان کو اپنے وجود سے بالکل نکال ڈالے[٨]

ایک طرف تو ان بزرگان دین نے اپنے آپ کو خدمت خلق کےلئے وقف رکھا دوسری طرف اپنی ذات کو قناعت۔ توکل اور استغناء کی تصویر بنایا۔ مال و دولت کا ہونا یا نہ ہونا اھل اللہ کےلئے برابر تھا اور بالعموم تو نذرانوں سے پرہیز کرتے اور اگر کبھی قبول کرلیتے تو اس کو غرباء اور مریدوں میں ہی تقسیم کردیتے گویا ان کے قلوب پاکباز

ہر دوجہاں سے غنی تھے جس لذت سے وہ آشنا ہوئے تھے اس نے دوعالم سے فی الواقع ان کو بیگانہ کردیا تھا۔ سلطان ناصر الدین ایک دفعہ بابافرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے ملاقات کے لئے گیا اور چار گاؤں کا فرمان اور نقدی پیش کی آپؒ نے چار گاؤں کی مثل واپس کردی اور نقدی وصول فرما کر درویشوں پر خرچ کی(۹)

اس طرح سے خدمت انسان کا جذبہ صوفیائے کرام کے اخلاق و کردار کا روشن پہلو بن کر ابھرتا ہے تاہم یہ بزرگ اپنی ذات کی نمائش۔ شہرت اور تعظیم کے طلبگار نہ تھے بلکہ عاجزی وانکساری کو پسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کی خانقاہ میں کچھ مرید ایک حوض کے کنارے وضو کر رہے تھے حضرت خواجہ ان کے پاس گئے تو مریدوں نے وضو ختم نہیں کیا تھا کہ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام عرض کیا مگر ایک مرید نے وضو تمام کرکے مراسم تعظیم ادا کئے تو شیخ نے فرمایا تم سب درویشوں میں سے افضل اور زاھد ہو(۱۰)

اگر ان صوفیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ مستند تاریخی مواد سے کیا جائے تو ان صوفیاء کے بارے میں کئی طرح کے فکری مغالطوں کا ازالہ ہوسکتا ہے اور یہ امر واضح ہوسکتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک سیرت و کردار کی تعمیر کےلئے شریعت ہی بنیادی ماخذ تھی اور فلاح کی ضامن بھی چنانچہ ان بزرگوں نے اپنی زندگیوں میں بھی شریعت کی پابندی کو لازم قرار دیا اور اپنے مریدوں کو بھی ہمیشہ اسی امر کی تلقین فرمائی چنانچہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء مشائخ کےلئے اور جسکو پیری مریدی کرنا ہو شریعت کا علم ضروری سمجھتے تاکہ اس سے کوئی عمل خلاف شریعت نہ ہو اور نہ دوسروں کو خلاف شرع امر کی تلقین کرے"(۱۱)

تصوف کے نام پر کسی دور میں بھی جن لوگوں نے شریعت اور اس کے تقاضوں کو نظر انداز کیا تو علم میں رسوخ کی بنیاد پر اھل اللہ نے ان پر برملا تنقید کی اور شریعت کی بالادستی پر زور دیا شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا کہ "یہ غلط اور ملحدین کا مذھب ہے جو کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر روا ہے اور کہتے ہیں کہ جب حقیقت تک رسائی ہوگئی اور کشف وشہود حاصل ہوگیا تو شریعت کا حکم اٹھ گیا لعنت ہے اس عقیدہ اور مذہب پر"(۱۲)

اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ نفاذ اسلام کے لئے اگرچہ صوفیاء کے کام میں اجتماعی کوششوں کی گنجائش باقی رہی لیکن غلبہ اسلام اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی بھی ہر سطح پر ہوتی رہی۔ عامة الناس میں نیکی اور بھلائی کے فروغ کے ساتھ ساتھ اکابرین تصوف نے سلاطین اور حکمرانوں کو بھی نفاذ اسلام اور اسلامی قدروں کے احیاء کے لئے ترغیب دی حتی کہ مجدد الف ثانیؒ تو دربار اکبری کے فتنوں کے خلاف سراپا جہاد بن گئے حق گوئی اور

بے باکی سے حاکم وقت کا کوئی حربہ ان کو باز نہ رکھ سکا اسی طرح شاہ ولی اللہؒ نے بھی اپنے دور میں معاشرے کے دیگر طبقات کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کو بھی ان کی کوتاہیوں پر برملا آگاہ کیا۔ حق گوئی اور شہادت حق کا فرض صوفیائے کرام نے ہر دور میں نبھایا۔ ظہیرالدین بابر حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ کے آستانے پر حاضر ہوتا تھا حضرت گنگوہیؒ نے بابر کو اپنے مکتوب کے ذریعے نصیحت کی کہ وہ عدل قائم کرے اوامر و نواہی کی پابندی کرے نماز باجماعت ادا کرے اور علماء کو دوست بنائے (۱۳)

سلطان فیروز شاہ تغلق جب تخت نشین ہوا تو حضرت چراغ دھلویؒ نے سلطان کو پیغام بھیجا کہ آپ وعدہ کریں کہ خلق اللہ کے ساتھ عدل و انصاف کریں کے ورنہ ان بے کس بندوں کےلئے اللہ سے دوسرا فرماں روا طلب کیا جائے (۱۴)

اگر ان صوفیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے جو عالم دین بھی تھے اور پابند شریعت بھی تو ایک طرف تو ان بزرگوں کی جدوجہد اور کارناموں سے آگہی ہوتی ہے دوسری طرف تصوف کے نام پر بگاڑ اور خرافات کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے اسی مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ صوفیائے کرام کی مثبت اور پاکیزہ جدوجہد کے ساتھ ساتھ ہر دور میں بگاڑ اور خرابی کی صورتیں بھی عامۃ الناس کو بھٹکاتی رہی ہیں جیسا کہ حضرت علی ھجویریؒ نے اپنے دور کے تصوف کے بگاڑ کو ہدف تنقید بنایا اور اپنی تحریروں میں لکھا ہے کہ

"خداوند بزرگ و برتر نے ہمیں اس زمانے میں پیدا کیا ہے جب لوگوں نے حرص و لالچ کا نام شریعت اور تکبر و جاہ و ریاست کی طلب کا نام عزت اور علم، ریائے خلق کا نام خوف الٰہی اور دل میں کینہ پوشیدہ رکھنے کا نام حلم۔ لڑائی جھگڑے کا نام بحث مباحثہ ہذیان طبع کا نام معرفت۔ نفسانی باتوں اور دل کی حرکتوں کا نام محبت۔ خدا کے رشتے سے منحرف اور بے دین ہونے کا نام فقر۔ حق تعالٰی اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نام فنا فی اللہ اور ترک شریعت کا نام طریقت رکھ لیا ہے" (۱۵)

مختصر یہ کہ تصوف کے نام پر ہونے والی بے بنیاد رسوم اور غیر متعلق روایات سے یہ جواز پیدا نہیں ہوتا کہ اہل علم اور اہل اللہ کے کارنامے کو نظر انداز کر دیا جائے ضرورت اس بات کی ہے کہ صوفیائے کرام کے کام پر ڈالی گئی عقیدت اور جہالت کی گرد کو جھاڑا جائے اور ان کے کام کے مزاج کو سمجھ کر عامۃ الناس میں ان کی اصل تعلیمات کو واضح کیا جائے۔

مراجع ومصادر

۱۔ پاکستان ناگزیر تھا از سید حسن ریاض ص ۱۲ شعبہ تصنیف وتالیف کراچی یونیورسٹی ۱۹۷۰ء

۲۔ منتخب اللباب حصہ سوم ص ۴۷۵ مترجم محمود احمد فاروقی نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۵ء

۳۔ آب کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۷۶ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۱۹۸۶ء

۴۔ آب کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۷۹ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۱۹۸۶ء

۵۔ سرکاری گزیٹیر ضلع جالندھر ص ۱۲۱ بحوالہ آب کوثر

۶۔ فوائد الفواد ص ۵۵، ۵۶ مرتبہ حسن دھلوی علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء

۷۔ فوائد الفواد ص ۲۱۸ مرتبہ حسن دھلی علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء

۸۔ تذکرہ اولیائے پاک وھند ص ۱۲۰ الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور

۹۔ تذکرہ اولیائے پاک وھند ص ۱۵۷ الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور

۱۰۔ انوار الاولیاء ص ۴۵۸ حصہ سوم شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۵۸ء

۱۱۔ تاریخ دعوت وعزیمت جلد سوم ص ۱۲۵ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۶ء

۱۲۔ تاریخ دعوت وعزیمت جلد سوم ص ۳۰۹ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۶ء

۱۳۔ ھندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ص ۱۰۳ نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۹۰ء

۱۴۔ ھندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ص ۱۱۰

۱۵۔ آب کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۸۱ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۶ء